اسلام، پاکستان اور اقلیتیں

سہیل باوا لندن

دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی انسانی حقوق کی حق تلفی ہو رہی ہو تو پھر اس کے خلاف قانون حرکت میں آجاتا ہے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے بڑی سرعت کے ساتھ متحرک ہو کر انسانی حقوق کے تحفظ یقینی بناتے ہیں۔ پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی جہاں ایک جانب معمول بنتا جا رہا ہے، وہیں دوسری جانب انسانی حقوق کے نام پر مخصوص لابیاں پاکستان کے اسلامی تشخص اور نظریاتی شناخت کو پامال کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتیں۔ تاہم گزشتہ کئی روز سے ملکی اور بین الاقوامی میڈیا کی شہ سرخیوں میں جگہ پانے والا رمشا کیس، قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی پر ایک سوالیہ نشان بھی ہے۔

مملکتِ خداداد پاکستان کا متفقہ آئین پاکستان کے تمام شہریوں کو بلا امتیازِ رنگ، نسل، زبان، علاقہ، مذہب، قومیت، فرقہ، عقیدہ اور نظریات کے یکساں حقوق کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ 1973 کے آئین کی دفعہ 4 کے مطابق تمام شہریوں کو یکساں قانونی تحفظ کی ضمانت تو دی ہی گئی ہے نیز قانونی جواز کے بغیر حکومت کوئی ایسا اقدام کرنے کی مجاز بھی نہ ہوگی جو شخصی آزادی، تحفظ اور عزت وشہرت کے لئے ضرر رساں ہو اور اسی طرح کسی شخص کو کسی بھی ایسے اقدام سے جو قانون کی رو سے غلط یا غیر قانونی نہ ہو اس سے بھی اسے نہیں روکا جاسکتا گویا بالفاظ دیگر قانون کی حاکمیت کو یقینی بنائے جانے پر زور دیا گیا۔ اس آئین کے ابتدائیہ میں ہی مذہبی اقلیتوں کے حقوق ومفادات کے تحفظ کا بھی ذکر کیا گیا۔

کسی بھی ریاست میں قانون کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ اس کی بنیاد پر افراد کو یکساں حقوق وانصاف ملتا ہے وہیں اس کی بنیاد پر ریاستی امور اور معاملات میں ایک نظم قائم کرکے اس کا اطلاق ریاست کے تمام باسیوں کے لیے ترقی، خوشحالی اور فلاح کا سبب بنتا ہے۔ نسل وزبان، رنگ اور مذہب اور نظریات کے تمام تر اختلافات کے باوجود ریاست کے تمام افراد امن وسلامتی اور یگانگت کے ساتھ قانون پر عمل پیرا ہونا اپنے لیے مفید خیال کرتے ہیں جبکہ اس کے بالکل برعکس قانون کی عدم موجودگی یا قانون پر عمل پیرا نہ ہونے کی صورت میں لاقانونیت، بربریت (سربریت)، استحصال اور ناانصافی ظلم کا وہ ماحول جنم لے لیتا ہے کہ جو ریاست کو انارکی، انتشار اور بربادی سے دوچار کر دیتا ہے اور پھر معاشرہ 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' کی عملی تصویر دکھائی دینے لگتا ہے۔

'رمشا مسیح کو 16 اگست کو میرا جعفر سے پولیس نے اس وقت اپنی تحویل میں لے لیا تھا جب اہل علاقہ نے مقدس اوراق

کی بے حرمتی کے الزام پر اس کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بعد ازاں رمشا مسیح کی ضمانت بھی ہوگئی اور وہ رہا ہوگئی۔اس پورے واقعہ کی روئیداد نہ صرف قومی بلکہ عالمی میڈیا اور خصوصاً سوشل میڈیا پر کئی روز سے جاری ہے اور آئے روز نئے انکشافات اور نئی معلومات کی بنیاد پر یہ معاملہ پاکستان ہی نہیں اسلام اور ملک کی مذہبی قیادت اور سوچ رکھنے والوں کے لیے ندامت کا سبب بنتا جا رہا ہے قطع نظر اس کے رمشا نے اوراق مقدسات کی بے حرمتی کی یا نہیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ گرفتاری کے بعد رمشا کے حوالے سے متعلقہ پولیس حکام نے جو اقدامات کیے کیا وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قانون اور آئین کے مطابق تھے؟ اسے جوڈیشل ریمانڈ پر جیل میں منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد اس معاملے کو جس بھونڈے انداز میں سامنے لایا گیا اس نے اس تاثر کو مزید فروغ دیا کہ پاکستان وہ ملک ہے کہ جہاں اقلیتوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اور آج جب بہت سے حقائق سامنے آچکے ہیں تو ایسے میں باوجود اس کے رمشاء کی ضمانت پر رہائی عمل میں آچکی ہے کیا اس کے گھر والوں کے لیے اب یہ معاملہ ہر لمحہ سر پر موت کی تلوار کی مانند نہیں لٹکتا رہے گا؟ ایک رمشاء ہی کیا، اطراف میں نظر دوڑایے ہم میں سے کتنے ایسے مسلمان ہیں جو آئے روز صرف اوراق مقدسات کی ہی نہیں بلکہ ان پر محفوظ احکامات مقدسات کی سراسر کھلم کھلا توہین کر رہے ہیں کیا اب یہ بات بڑی حد تک واضح نہیں ہو چکی کہ رمشاء سے جو عمل سرزد ہوا در حقیقت اس کو ایک خاص انداز میں سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ اس طرح عام کیا گیا کہ جس سے جو انگلیاں رمشاء مسیح پر اٹھنا تھیں ان کا رخ اب کسی ذہنی معذور اور اسلام دشمن فرقہ یا اقلیت پر نہیں بلکہ ایک شخص پر ہے کہ جو خود کو نہ صرف مسلمان گردانتا ہے بلکہ اپنے تئیں اسے یہ بھی یقین ہوگا کہ وہ دیگر پاکستانی مسلمانوں سے زیادہ بہتر اور باعمل مسلمان ہے جبکہ درحقیقت اس نے اپنے اس اقدام ذریعے اپنے دین اور اپنے ایمان کو پیروں تلے روندنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ رمشاء کم عمر قرار دی جا رہی ہے اور ذہنی معذور بھی۔ اور مصدقہ اطلاعات کے مطابق اس کے اہلِ خانہ کو اب اس ساری صورتحال کے سامنے آنے کے بعد بھی اندھی حمایت بھی حاصل ہو چکی ہے خود حکومتِ پاکستان اور پاکستان کی ذمہ دار مذہبی قیادت اس معاملے میں مضطرب ہے جبکہ رمشاء کو حاصل ہونے والی مغربی اور بعض افراد کی حمایت کے بعد قوی امکان ہے کہ نہ صرف اسے بلکہ اس کے اہل خانہ کو جلد ہی کسی بھی مغربی ملک میں پناہ بھی مل جائیگی۔ لیکن مستقبل کے پاکستان میں نہ جانے مزید کتنی ہی رمشائیں اس جیسے افسوسناک اور قابلِ مذمت فعل کا شکار ہو کر پاکستان کے اسلامی اور اسلام کے آفاقی تصورِ انسانیت کو داغدار کرنے کا سبب بنتی رہیں گی انسانی حقوق تنظیموں کی جانب سے جمع کیے جانے والے اعداد و شمار کے مطابق سال ۱۹۲۷ سے ۱۹۸۵ تک کے ۵۸ سال کے عرصہ میں بلاسیفی قانون کے تحت درج ہونے والے مقدمات کی مجموعی تعداد دس (۱۰) تھی اور سال ۱۹۸۵ سے جنوری ۲۰۱۱ تک کے عرصے میں عدالتوں میں اب تک تقریبا ۴ ہزار مقدمات درج ہو چکے ہیں ان اعداد و شمار کو ساری دنیا اور خصوصاً اسلام اور پاکستان کے اسلامی تشخص مخالف سیکولر قوتیں اور لابیاں صرف حیرت سے ہی نہیں دیکھ رہیں بلکہ ان کی بنیاد پر پاکستان کے خلاف بھرپور پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اور رمشاء مسیح جیسے کیسز ان سیکولر اور پاکستان مخالف قوتوں کے لیے سنہری مواقع

ہوتے ہیں کہ جن کو جواز بنا کر پاکستان کو ساری دنیا میں بدنام کیا جاتا ہے اور بدقسمتی سے اس میں ان لوگوں کا بڑا حصہ ہے جو علم کی کمی اور خود کو سب سے برتر مسلماں سمجھنے کے زعم میں مبتلا ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو علماءِ حق کے ساتھ نہیں ہوتے نہ ان کی محافل میں جاتے ہیں نہ اس سے قربت رکھتے ہیں یہ لوگ اپنے تئیں کسی بھی اقدام کو اسلامی فعل سمجھتے ہیں اور اس کے نقصانات پوری امتِ مسلمہ بھگتتی ہے۔

اگر اس سلسلے کو روکنا ہے تو قانون پر عمل درآمد کرانے کی ضرورت ہے۔ نا کہ قانون کو ختم کرنے کی سازشوں کا سہرا بن کر ملک کی سالمیت، وقار اور اپنے دین کامل مذہب اسلام کی اصل تعلیمات کو روندنے کی۔

اسلامی معاشرہ ایک متوازن معاشرہ ہے اسلام نہ صرف ریاست کے مسلمان شہریوں کے لئے حقوق کا تعین کرتا ہے بلکہ غیر مسلم شہریوں کے لئے بھی یکساں حقوق رکھتا ہے۔ کسی فردِ واحد کی وجہ سے ہمارے دین اسلام اور پاکستان کے آئین میں اہانت کے قانون میں ترمیم پر سوال اُٹھانا قطعاً درست اقدام نہ ہوگا۔

اگر ہر شخص قانون بنائے اور اسے چلانے کی کوشش کرے تو افراط و تفریط پھیل جائے گی ایسے حالات کے لئے 'جنگل کا قانون' کی اصطلاح ہے۔ ایسے حالات پیدا کرنے والے کو حکومت گرفتار کرتی ہے۔ اور قانون کے مطابق سزا دیتی ہے نا کہ سزا دینے کے بجائے قانون ہی ختم کر دیا جائے۔ یہ کیسی مضحکہ خیز بات ہے کہ تمام عالمی برادری سزا نہیں قانون کے ختم کرنے پر زور دے رہی ہے۔

عدلیہ کے ذریعے قانون پر عمل درآمد کیا جانا ضروری ہے۔ اب گناہ گار چاہے مسلمان ہو یا کسی دوسرے مذہب کا پیروکار۔ قانون سب کے لیے برابر ہے۔ جسے ریاست تسلیم کر کے نافذ کرنے کی پابند ہے۔

ہمارے ملک میں اکثریت کا تعلق اسلام سے ہے۔ درحقیقت قرآن و سنت کی روشنی میں وضع کیے گئے قوانین سب انسانوں کے حقوق کا بھرپور تحفظ کرتے ہیں۔ مغرب میں ان قوانین کو انسانی حقوق کے خلاف بتایا جاتا ہے اور اسلام کو جابرانہ نظامِ زندگی بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

ایک اسلامی حکومت غیر مسلم رعایا کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ غیر مسلم رعایا کی جان و مال اس کی عزت و آبرو کی حفاظت اسی طرح سے ہوتی ہے جس طرح اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو کاروبار، تجارت اور ہر قسم کا پیشہ اختیار کرنے کا حق ہے اسی طرح غیر مسلم رعایا سے کیے گئے معاہدوں کی پاسداری اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو اپنے مذہب اور عقیدے پر عمل کی آزادی بھی ہے۔

سبحان اللہ یہ ہے میرا دین کامل۔ مدّعا فقط سمجھنے اور سمجھانے کا ہے۔ ایک فرد کی ذاتی عناد سے تعلیمات اسلامیہ کے منافی کیے جانے والے شخصی فعل کے سبب ساری اسلامی تعلیمات اور پاکستانی قوانین کو نشانہ بنانا درست نہیں۔ اپنے ذہنوں کو غلامی کے

طوق سے آزاد کرنے کی ضرورت ہے۔حکومتی ادارے جہاں اس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں وہاں انہیں یہ بھی تفتیش کرنا چاہیے کہ سازش کے پسِ پردہ کون سی لابی ہے۔ ماضی میں قادیانی، اسلام، پاکستان دشمن عناصر مختلف لبادے اوڑھ کر اسلام اور پاکستان کو بدنام کرتے رہے ہیں تو ضروری ہے پسِ پردہ سازش بے نقاب ہو۔اس واقعے کی بابت مذہب پر کوئی سوال اٹھانا درست نہیں۔

قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

’’اِن بے لگام لوگوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے۔‘‘

(الشعراء 152 - 151)

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

’’اور ان میں سے کسی بدعمل اور منکر کی بات نہ مانو‘‘۔

(الدھر 24)

جہاں معاشرے میں قانون اور اس پر عمل ضروری ہے وہیں اس کا تقدس سب سے زیادہ اہم ہے۔فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

مجھے ہے حکمِ اذاں لا اِلٰہ الا اللہ